امام مالک

یعنے امام الائمہ حضرت امام ابو عبداللہ مالک بن انسؓ

کے حالات زندگی

مرتبہ سید سلیمان صاحب ندوی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کتب تصوف کا عظیم الشان سلسلہ

مشاہیر اسلام و صوفیائے کرام کے حالات زندگی مرتب کرنے سے یہ فائدہ پیش نظر ہے کہ ہم لوگ بھی ان بزرگوں کے روحانی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوں اور دیکھیں کہ اسلام نے اپنی سادہ اور پاک تعلیم سے قرون اولیٰ میں کیسے کیسے علما مشائخ اور کس پائے کے اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں ان بزرگوں نے معرفت کے رموز باطنی کو طشت ازبام کر دیا اور ان کی یہانتک اشاعت کی کہ آجتک ساری دنیا پر شیوخ باطن کی حکومت ہے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کے واسطے ان کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کارخانہ پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور اس غرض سے کہ ہر ایک شخص آسانی سے خرید کر مطالعہ کر سکے۔ قیمت نہایت کم رکھی ہے۔ فی الحال نمبران ذیل تیار ہیں۔ شائقین خود پڑھیں اور اپنے بچوں اور مستورات کو پڑھائیں۔ اہل ثروت خرید کر غربا مسلمان طالبعلموں میں تقسیم فرما دیں۔

اس میں رعایتی قیمتیں درج ہیں

(۱) حضرت منصور بن حلاج ـر (۲) حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی ۱ر (۳) حضرت شاہ سلیمان تونسوی ۱ر
(۴) حضرت امیر خسرو ـر (۵) حضرت خواجہ بصری ۱ر (۶) حضرت شیخ سنوسی ۱ر (۷) حضرت سلمان فارسی ـر
(۸) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۱ر (۹) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۱ر (۱۰) حضرت امام بخاری ۱ر
(۱۱) حضرت سرمد شہید ۱ر (۱۲) حضرت شیخ بوعلی قلندر ۱ر (۱۳) حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی ـر
(۱۴) حضرت بابا فرید گنجشکر ۱ر (۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر ۱ر (۱۶) حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ـر
(۱۷) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۱ر (۱۸) حضرت عمر خیام ۱ر (۱۹) حضرت شہباز قلندر ۲ر
(۲۰) حضرت امام شافعی ۱ر (۲۱) حضرت خالد بن ولید ۲ر (۲۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز ۲ر
(۲۳) حضرت جنید بغدادی ـر (۲۴) حضرت امام غزالی ۲ر (۲۵) حضرت امام حنبل ۱ر
(۲۶) سلطان صلاح الدین غازی ۲ر (۲۷) حضرت امام ابونجیب سہروردی ـر (۲۸) حضرت شبلی ـر
(۲۹) حضرت مخدوم علی علاؤالدین احمد صابری کلیری ـر (۳۰) شیخ ابوسعید ابوالخیری مہندی ـر
(۳۱) حضرت سکرشن معظم ـر (۳۲) غازی عثمان پاشا شیر پلونا ۲ر (۳۳) شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب ۱ر
(۳۴) شمس العلما حافظ محمد حسین صاحب آزاد ۱ر (۳۵) خلیفہ سلطان عبدالحمید خان غازی ۲ر (۳۶) آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب مرحوم ۲ر (۳۷) نواب محسن الملک مہدی علی خانصاحب ۱ر
(۳۸) رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب ـر

ایک بڑی رعایت ۳۸ کتابوں کے مکمل خریدار سے بجائے [illegible] اصلی قیمت کے علاوہ محصولڈاک صرف دو روپے آٹھ آنے (عـ۸ر) لئے جاوینگے۔ ۳۸ کتابوں کا حجم دو ہزار صفحے سے زیادہ ہے۔

المشتہر

منیجر کارخانہ صوفی آبحیات ڈاکخانہ صوفی آبحیات پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام مالکؒ

امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل گویہ چاروں علم فقہ کے عناصر اربعہ ہیں۔ مگر علم حدیث وفقہ کے مجموعی فضل وکمال نے امام مالک کے سینے پر جو تمغائے فضیلت لگا دیا ہے وہ ان کو تمام ائمہ مجتہدین سے ممتاز کر دیتا ہے۔ مجتہد ہونے کے ساتھ ایک صحیح مجموعہ احادیث کے مؤلف بھی ہیں جس کا فخر اور ائمہ کو حاصل نہیں ہے چنانچہ اس کی تفصیل آئندہ آئیگی÷

مسلمانوں نے جس طرح سے امام صاحب کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ مؤرخین نے امام مالک کے سوانح کا کس جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا ہے علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ میں نے ایک مستقل کتاب امام مالک کے حالات میں لکھی ہے تاریخ کبیر میں بھی بہت بسط کے ساتھ حالات لکھے ہیں علامہ ابن جوزی نے شذور العقود میں بھی امام صاحب کا خاص طور پہ تذکرہ لکھا ہے ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں تفصیل کے ساتھ امام صاحب کا

ذکر کیا ہے۔ ابوبکر احمد بن مردان المتوفی سنہ ۳۰۱ھ ابوالروح عیسٰی بن محمود شافعی المتوفی سنہ ۷۷۴ھ نے امام مالک کے حالات میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ سیوطی نے تزئین الارائک بمناقب الامام مالک کے نام سے امام مالک کے مناقب میں ایک کتاب لکھی تھی۔

نام و نسب اور ابتدائی حالات

ابو عبداللہ کنیت (اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے سوا اور تینوں ائمہ مجتہدین کی کنیت ابو عبداللہ ہے) مالک نام۔ مدینہ وطن۔ سلسلۂ نسب یہ ہے مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن حارث بن غیثل اصبحی اصبح یمن کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ میں آکر بس گیا تھا۔ امام صاحب اسی قبیلے سے تھے۔

امام صاحب کے پردادا ابوعامر ایک جلیل القدر صحابی تھے جن کے جوش اسلام کا یہ عالم تھا کہ بدر کے سوا تمام لڑائیوں میں شریک[1] تھے امام صاحب کے دادا مالک بن ابی عامر صحاح ستہ کے رُواۃ میں شامل ہیں اور اُس مقدس مختصر جماعت کے ایک ممبر تھے جنہوں نے ہولناک فتنہ میں حضرت عثمان کے دفن کرنے کی ہمت کی تاریخ امام صاحب کے والد انس کے حالات سے بالکل خاموش ہے۔ امام صاحب کے چچا ابوسہل نافع بن ابی عامر کا ثقات تابعین میں شمار ہے امام صاحب نے ان سے موطا میں روایت کی ہے۔

امام مالک تین[2] برس تک بطن مادر میں رہ کر سنہ ۹۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں

[1] بستان المحدثین صفحہ ۲ نقلاً عن دیباج المواہب لابن فرحون ۱۲

[2] امام صاحب کے سنہ ولادت میں سخت اختلاف ہے بستان المحدثین میں سنہ ۹۳ھ بیان کیا گیا ہے مورخ یافعی طبقات الفقہا میں سنہ ۹۴ھ لکھتا ہے ابن خلقان سنہ ۹۵ھ بتاتا ہے

پیدا ہوئے اور اسی دار الاسلام کے آغوش میں اپنی طفولیت کا زمانہ بسر کیا، اب تک علوم اسلامیہ کے عنوان کے تحت میں صرف حدیث و قرآن داخل تھا ہوش سنبھالتے ہی امام صاحب نے علم حدیث کی طرف توجہ کی مدینہ اس وقت علم کا مرکز تھا، امام زہری المتوفی سنہ ۱۲۴ھ امام نافع المتوفی سنہ ۱۱۷ھ عبداللہ بن دینار مدینہ میں مسند درس پر جلوہ افروز تھے نافع اور عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے جب آزاد ہوئے تو حضرت ابن عمر کی فیض صحبت سے علم حدیث کے زر و جواہر سے مالا مال تھے علم اور اسلام کا باہمی جذب الفت دیکھو کہ نافع اور ابن دینار ایک ناچیز غلام ہو کر ملک حدیث کے تاجدار ہیں خود امام ہیں اور امام مالک جیسے لوگ ان کی خوشہ چینی پر فخر کرتے ہیں ٭

مدینہ گو علماء سے بھرا پڑا تھا۔ مگر امام نافع کا حلقۂ درس حضرت ابن عمرؓ کی خصوصیت کی وجہ سے بہت وسیع تھا۔ یہ ٹھیک تو نہیں معلوم کہ امام صاحب نے سب سے پہلے کس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ مگر قرینہ غالب یہ ہے کہ امام نافع کی خدمت میں پہلے حاضر ہوئے ہوں گے جب کہ خاص امام مالک کی زبانی حضرت نافع کے حال میں ایک ضمنی طور سے منقول[۵] ہے حدثنی مالک قال کنت اٰتی نافعا وانا غلام حدیث السن ومعی غلام فینزل فیحدثنی (امام مالک کہتے ہیں کہ میں جب نہایت کم سن تھا تو نافع کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو وہ مجھ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲- علامہ ذہبی تمام سنوں کو لکھ کر سنہ ۹۳ھ کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ سنہ امام کے شاگرد رشید یحییٰ بن بکر سے مروی ہے جو امام صاحب کی صحبت میں مدت تک رہے ہیں

۴ ابن خاکان تذکرۃ الحفاظ اور تمام تذکرے اسپر متفق ہیں ۱۲-

۵ تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۹۸ - ۱۲-

حدیثیں بیان کیا کرتے تھے) ÷

امام مالک کا فضل و کمال جن لوگوں کے فیضان تعلیم کا ممنون ہے اُن کو مدینہ منورہ ہی کی وطنیت کا فخر حاصل تھا اس لئے یہ یقین ہے کہ امام صاحب نے تحصیل علم کے لئے ترک وطن کی زحمت گوارا نہیں کی اور کرنی بھی نہیں چاہیئے تھی۔ جس کا گھر علم کے زرو جواہر کا خزانہ ہو وہ دوسروں کے آگے دست طلب کیوں پھیلائے؟ مگر امام صاحب کے اساتذہ میں چھ ایسے شخص بھی موجود ہیں جو مدینہ کی خاک سے نہیں پیدا ہوئے تھے ابوالزبیر المکی۔ حمید طویل بصری ایوب سختیانی بصری عطا ابن عبداللہ خراسانی ابراہیم بن ابی عبلہ شامی۔ عبدالکریم جزیری، اس سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے مدینہ سے باہر قدم نکالا تھا مگر تاریخ سے اس کی کوئی شہادت نہیں ہے ممکن ہے کہ بزرگوار خود کبھی مدینہ آئے ہوں اور امام صاحب نے یہیں ان سے کچھ حاصل کیا ہو ÷

امام مالک کے اساتذہ میں وہ لوگ شامل ہیں جنھوں نے صحابہ کی آنکھیں دیکھی تھیں اور ان کے فیض تعلیم سے مشرف تھے۔ اس لئے امام صاحب نے تبع تابعین کی اعزازی کرسی پر سب سے پہلے جگہ پائی ہے ÷

امام کے شیوخ

امام صاحب کے شیوخ کی کوئی معدود تعداد نہیں معلوم نہ ہوسکی تذکرہ نویسوں نے صرف اتنا لکھا ہے روی عن خلق کثیر "بہت سے لوگوں سے روایت کی ہے" موطا میں جن شیوخ سے روایت کی ہے اُن کی تعداد پچھتر ہے،

لے بعض لوگوں نے امام صاحب کے تابعی ثابت کرنے کی بے فائدہ کوشش کی ہے اسی جماعت میں مشہور مستشرق پروفیسر فانڈیک بھی ہے اکتفاء القنوع میں لکھا ہے کہ

ناانصافی ہے اگر امام صاحب کی لائف میں اُن لوگوں کے لئے جگہ نہ خالی کی جائے جن کے زیر بار احسان امام ہیں +

(۱) ابوعبداللہ نافع مدنی حضرت ابن عمر حضرت عائشہ حضرت ابوہریرہ حضرت ام سلمہ کے شاگرد ہیں امام اوزاعی ابن جریج امام مالک جیسے ائمہ حدیث کے استاد ہیں نافع کی وسعت معلومات کا اس سے اندازہ ہوگا کہ بنوامیہ کے سب سے زیادہ پابند شریعت خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نافع کو اہل مصر کی تعلیم کے

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۴ بچپن میں امام مالک نے سہل بن سعد صحابی سے علم حاصل کیا مگر اصل یہ ہے کہ فانڈیک کا یہ دعوی تخمین ناشناس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا یورپین مورخین نے اپنے اصول تاریخ کا اصول موضوعہ یہ قرار دے لیا ہے کہ وہ ایک ساتھ واقعوں میں علت ومعلول کا تناسب قائم کر لیتے ہیں اور اپنی اس فرضی بنیاد پر وہمی حالات کی ایک عالیشان عمارت طیار کر لیتے ہیں +

انہوں نے جب یہ دیکھا کہ سہل بن سعد سب سے آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینہ میں وفات پائی اور امام مالک بھی اسی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اس لحاظ سے امام مالک نے لڑکپن میں انہیں سے تبرکاً بسم اللہ کی ہوگی +

امام صاحب کی ۹۳ھ کی پیدائش ہے اور یہ معتبر تاریخوں سے ثابت ہے کہ سہل بن سعد نے ۹۱ھ میں وفات پائی ہے اور سب سے بڑھکر وجہ ہمارے پاس پروفیسر صاحب کے اس احسان نہ ماننے کی یہ ہے کہ امام صاحب نے موطا میں جہاں جہاں سہل بن سعد سے روایت کی ہے درمیان میں ایک واسطہ ضرور ہوتا ہے ایک حدیث بھی نہیں ہے جس میں بلاواسطہ روایت کی ہے +

اسی گروہ کے ایک دوسرے رکن نے بسرہ بنت صفوان صحابیہ سے لقا ثابت کرنی چاہی ہے مگر کوئی تاریخی شہادت اس کی تائید نہیں کرتی ہے +

لئے بھیجا تھا کامل تیس برس تک حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت کی ۱۱۷ھ میں وفات پائی ۔

(۲) امام جعفر صادق بن محمد بن علیؓ بن امام حسین بن علی بن ابی طالب المتولد ۸۰ھ ہجری المتوفی ۱۴۸ھ ہجری امام ابوجعفر باقر، عروۃ بن الزبیر عطاء سے تحصیل علم کی، امام مالک، سفیان، یحیٰی جیسے شاگرد چھوڑے ۔

(۳) مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن زہرہ، زہری قریشی، مدینہ وطن، حضرت ابن عمر انس بن مالک، سعید بن المسیب کے شاگرد تھے، اوزاعی امام مالک امام ابوحنیفہ، سفیان بن عیینہ، کیسان ان کے شاگرد تھے، خلفا میں ہشام بن عبدالملک کے استاد ہیں، علم حدیث کے مرکز اور محدثین کے سالار قافلہ تھے ۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ ہجری میں وفات پائی ۔

(۴) محمد بن المنکدر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر حضرت انس کے تلمذ کا شرف حاصل تھا، شعبہ، سفیان، مالک ان کے شاگردوں میں ہیں[۱] ۔

(۵) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن دینار مدنی حضرت عبداللہ بن عمر انس بن مالک سلیمان بن یسار کے شاگردوں میں ہیں سال وفات ۱۲۷ھ ہجری ہے ۔

(۶) ربیعہ بن فروخ رائی بڑے پایہ کے تابعی تھے، مدینہ میں فقہ میں خاص امتیاز رکھتے تھے یہ بطن مادر میں تھے جب ان کے والد فروخ سلطنت کی طرف سے کسی مہم پر گئے تھے وہاں ان کو ستائیس برس لگ گئے اس عرصہ میں ربیعہ پیدا ہوئے اور علم دوست ماں کے آغوش شفقت میں جوان ہوئے مدینہ میں

[۱] یہ تمام حالات شیوخ تذکرۃ الحفاظ جلد اول سے لئے گئے ہیں ۔

ابھی صحابہ کی زندگی سے رونق باقی تھی، ربیعہ کی ماں نے فروخ کے اندوختہ مال سے علم کے انمول موتی لے لیکر ہونہار بیٹے کی جیب و دامن بھر دیا، آخر اس پایہ کے محدث ہوئے کہ مسجد نبوی انکا مدرسہ بنی اور امام مالک اور حسن بصری جیسے ائمہ نے انکے تلمذ کا فخر حاصل کیا[1]۔

[1] (چونکہ اس قصہ سے مسلمانوں کے علمی فن کا حال معلوم ہوگا اسلئے ہم اسکو پورا لکھتے ہیں) فروخ جب مہم سر کرکے مدینہ پہنچا تو گھوڑے پر سوار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے گھر آیا، نیزہ کی انی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ربیعہ گھر سے نکل آئے کیواڑ کھولا تو فروخ اندر چلا آیا نہ باپ نے بیٹے کو دیکھا تھا، ربیعہ نے غضب کے لہجہ میں پکار کر کہا کہ اے خدا کے دشمن! غیر کے گھر میں کیوں گھسا جاتا ہے فروخ نے بھی غصہ سے بیتاب ہوکر کہا کہ اے خدا کے دشمن تو کون ہے؟ جو مجھ کو میرے گھر میں قدم رکھنے سے روکتا ہے، بات زیادہ بڑھی، آس پاس کے ہمسائے جمع ہوگئے مگر معاملہ نہ دبا امام مالک کو خبر ہوئی وہ بھی تشریف لائے امام مالک کو دیکھتے ہی مجمع منتشر ہوگیا امام صاحب نے فروخ کو سمجھایا۔ نام پوچھا فروخ نے نام بتایا، ربیعہ کی والدہ نے نام سنا تھا تو پکار کر کہا کہ یہ میرا شوہر ہے باپ بیٹے میں تعارف ہوا فروخ گھر آیا تو بیوی سے پوچھا کہ وہ اشرفیاں جو میں نے تم کو دی تھیں کیا ہوئیں نیکبخت نے کہا محفوظ ہیں۔

فروخ جب مسجد نبوی میں نماز پڑھنے گیا تو ربیعہ کو مسند درس پر دیکھا جن کے چاروں طرف طلبہ کا حلقہ ہے باپ اپنے بیٹے کی اس جلالت کا نظارہ کرکے گھر پلٹا، اور بیوی کو ماجرا سنایا، بیوی نے کہا تمہارے نزدیک وہ اشرفیاں زیادہ گراں ہیں یا اپنے بیٹے کی یہ شان و شوکت؟ فروخ نے کہا مجھے تو اپنے بیٹے کی یہ شان و شوکت پسند ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ وہ اشرفیاں اسی کی تعلیم میں صرف کردیں، فروخ نے بڑی خندہ پیشانی سے بیوی کو داد دی، ابن خلقان قلمی ۱۲۔

ان بزرگوں کے سوا نعیم بن المجمر، عامر بن عبداللہ بن زبیر مقبری کی صحبتوں سے بھی آپ مدت تک مستفید ہوتے رہے ہیں اور بہت سے لوگوں سے آپ نے تعلیم پائی۔

امام صاحب فطرتاً بہت قوی الحافظہ تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ کوئی چیز میرے خزانۂ دماغ میں آ کر نہ نکلی، شوق علم کا یہ حال تھا کہ جب تنگدستی نے دولت علم سے محروم کرنا چاہا تو چھت کی کڑیاں فروخت کر کر کے ضروریات زندگی پوری کرتے تھے، شب کو قدرتی آسمانی قندیل کی روشنی میں علمی اشغال میں مصروف رہتے تھے۔

افتا

امام صاحب کی انہیں جانفشانیوں کی مبارک فال یہ ہوئی کہ سنہ ۱۱۱ھ میں امام صاحب کے اساتذہ نے امام صاحب کو مسند درس پر بٹھا دیا حالانکہ ابھی امام صاحب نے اپنی مقدس زندگی کے سترہ سال بھی پورے نہیں کئے تھے اور مدینہ کی آبادی علماے حدیث سے بھری تھی امام صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ جب تک ستر علما نے میرے افتا کی قابلیت کی شہادت نہ دی میں نے فتویٰ نہ دیا ایام حج میں خلافت عباسیہ کی طرف سے عام منادی کر دی گئی تھی کہ امام مالک اور ابن ابی الذئب کے سوا اور کوئی شخص فتویٰ نہ دے۔ چھ چھ مہینے کی مسافت طے کر کے لوگ امام صاحب سے فتویٰ پوچھنے آتے تھے[1]۔ امام صاحب بڑی آزادی سے فتویٰ دیتے تھے امام صاحب کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی کی جبر سے بیوی طلاق دیدے تو طلاق نہیں پڑتی ہے، والی مدینہ نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے

[1] جامع بیان العلم صفحہ ۱۲۵ - ۱۲

یہ فتویٰ نہ دو بلکہ یہ فتویٰ دو کہ طلاق پڑ جائے گی، مگر یہ بات چونکہ امام صاحب کے نزدیک صحیح نہ تھی اس لئے والی مدینہ کی سطوت کا امام صاحب پر جادو نہ چل سکا ہمیشہ یہی فتویٰ دیتے رہے کہ جبراً طلاق نہیں پڑتی آخر مدینہ کے حاکم نے اس جرم پر امام صاحب کو ستر کوڑے لگائے +

معاصرین

امام صاحب کے شیوخ امام صاحب کا بہت احترام کیا کرتے تھے کیونکہ فضل و کمال کا ستارہ بچپن ہی سے امام صاحب کی پیشانی پر چمک رہا تھا عبدالرحمٰن بن مہدی بڑے پایہ کے محدث تھے وہ کہا کرتے تھے کہ امام مالکؒ پر کسی کو فوقیت نہیں دی جا سکتی ہے عبداللہ بن احمد اپنے نامور باپ احمد سے پوچھتے ہیں کہ زہری کے شاگردوں[۱] میں سب سے زیادہ قابل وثوق کون ہے؟ انہوں نے بڑے جوش سے جواب دیا کہ امام مالک ہر چیز میں سب سے بڑھکر ہیں[۲] صحاح کی کتابوں میں یہ حدیث ہے یوشک الناس ان یضربوا اکباد الابل فی طلب العلم فلا یجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ (وہ زمانہ قریب ہے جب لوگ تحصیل علم کی غرض سے اونٹوں کو ہانکیں گے تو کسی عالم کو وہ عالم مدینہ سے زیادہ بڑھکر نہ پائیں گے) محدث عبدالرزاق المتوفی ۲۱۱ھ ہجری کا قول ہے کہ ہم لوگوں (محدثین) کو یقین ہے کہ یہ پیشینگوئی امام مالک کی شان میں[۳] ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ دور اول کے بعد مدینہ میں امام صاحب کے رتبہ کو

---

[۱] زہری کے شاگردوں میں اوزاعی لیث سفیان بن عیینہ ابراہیم بن سعد کیسان، ابو قتادہ مالک داخل ہیں ۱۲ [۲] تذکرۃ الحفاظ جلد اول حال امام مالک ۱۲ [۳] تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۸۹ و مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم ۱۲—

کوئی نہیں پہنچا۔

ذرا اس جوش و شوق کو دیکھو کہ امام احمد بن حنبل اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام مالک اور ثوری اور اوزاعی کسی بات پر متفق ہو جائیں تو گو کوئی نص صریح اس کی تائید نہیں کرتی ہو مگر وہ مسنون ہی ہو گی[۱۵]۔

حضرت سفیان بن عیینہ اس کو بھی نہیں پسند کرتے کہ امام مالک کا نام ثوری اور اوزاعی کے برابر ہو وہ ان تینوں بزرگوار میں ایک لطیف امتیاز پیدا کر دیتے تھے وہ فرمایا کرتے تھے سفیان الثوری امام فی الحدیث ولیس بامام فی السنۃ والاوزاعی امام فی السنۃ ولیس بامام فی الحدیث ومالک بن انس امام فیہما (مسوی ص ۳) (ثوری حدیث کے امام ہیں فقہ کے امام نہیں ہیں، اوزاعی فقہ کے امام ہیں حدیث کے امام نہیں ہیں، مالک ابن انس فقہ و حدیث دونوں کے امام ہیں (مسوی صفحہ ۳)۔

سفیان بن عیینہ جس پایہ کے محدث ہیں اُس سے علم حدیث کا ہر طالب علم اچھی طرح واقف ہے، جب امام مالک کے انتقال کی حسرتناک خبر ان کو پہنچی تو افسوس کے لہجہ میں کہا "زمین پر اس نے اپنی کوئی زندہ مثال نہیں چھوڑی"۔

ہارون رشید جب حج کو آتا تو امام صاحب کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا ایک بار جب امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو قاضی ابو یوسف سے بھی ساتھ تھے قاضی صاحب نے امام صاحب کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا مگر امام صاحب نے کچھ جواب نہ دیا، پھر پوچھا امام صاحب چُپ رہے تیسری بار کہا تو پھر امام صاحب خاموش رہے آخر ہارون نے یہ سمجھ کر کہ امام صاحب قاضی ابو یوسف سے واقف نہیں ہیں تعارف کے طور پر یہ کہا کہ یہ ہمارے قاضی ابو یوسف ہیں۔ کچھ آپ سے

---

۱۵ تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۹۱۔ ۱۲

پوچھتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا کہ "اے فلاں! جب میں ہوا پرستوں کو فتویٰ دینے بیٹھوں تب مجھ سے آکر پوچھنا" +

اس واقعہ کو ابن خلکان اور علامہ ذہبی دونوں نے نقل کیا ہے مگر درایۃً یہ واقعہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ممکن ہے کہ اُس زمانے کے علما قاضی صاحب سے اس لئے ناخوش ہوں کہ یہ اکثر سلطانی خواہشوں کے لئے بعض المباحات اور حیلۂ شرعی کے دامن میں پناہ لیتے تھے ورنہ یوں قاضی صاحب کی علمیت اور امام صاحب کی متانت ایسے تخاطب کی اجازت نہیں دے سکتی +

حضرت بشر حافی ایک روشن ضمیر صوفی ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی بڑی نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی حدثنا مالک "مجھ سے مالک نے یہ حدیث بیان کی" کہے +

امام شافعی کہا کرتے تھے کہ جب آسمان حدیث کے ستاروں کی تشخیص کی جائے گی تو امام مالک بڑا ستارہ ہوں گے +

امام ابوحنیفہ امام مالک سے تیرہ برس بڑے تھے مگر جب امام مالک کے درس میں کبھی تشریف لاتے تھے تو اس طرح مؤدب ہو کر دو زانو بیٹھتے تھے جیسے کوئی شریف لڑکا اپنے بزرگ باپ کے سامنے بیٹھا ہو[1]، اس واقعہ سے یہ نتیجہ نہ اخذ کرنا چاہیئے کہ امام صاحب اہل علم کی قدر نہیں کرتے تھے، ایک بار امام ابوحنیفہ جب امام صاحب کی مجلس درس میں تشریف لائے تو امام صاحب نے اسقدر تعظیم کی کہ امام ابوحنیفہ کی مراجعت کے بعد لوگ حیرت سے یہ پوچھتے تھے کہ یہ کون ایسا جلیل القدر عالم تھا جس کی امام صاحب نے ایسی تعظیم فرمائی امام صاحب نے فرمایا ابوحنیفہ تھے جو اپنی قوت استدلال سے پتھر کو سونا ثابت کرسکتے ہیں، خیر امام ابوحنیفہ تو ہمعصر تھے

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۸۹ - ۱۲ -

امام صاحب اپنے شاگردوں کے استقبال کو بایں ہمہ جلالت شہر سے باہر نکل آتے تھے، حضرت لیث بن سعد مصری المتوفی ۱۷۵ھ ہجری جو اپنے وقت کے امام تھے اور خدا نے ثروت بھی دی تھی، ہر سال امام صاحب کو معتد بہ اشرفیوں کی نذر دیتے تھے[1] جس کو امام صاحب دوستانہ تعلقات کی بنا پر قبول کر لیتے تھے ۔

ابن خلکان نے امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ ہجری اور امام محمدؒ المتوفی ۱۸۹ھ کا ایک دلچسپ مکالمہ نقل کیا ہے ۔

امام محمدؒ، سچ کہنا میرا شیخ (امام ابوحنیفہؒ) افضل ہے یا تمہارا (امام مالک)۔

امام شافعی، کیا انصاف مدنظر ہے؟

امام محمدؒ، ہاں۔

امام شافعی، آپ خود فرمائیے میرا شیخ حدیث زیادہ جانتا تھا، یا آپ کا۔

امام محمدؒ، اللہ اکبر آپ کا۔

امام شافعی، سچ کہئے میرا شیخ قرآن زیادہ جانتا تھا یا آپ کا۔

امام محمدؒ، اللہ اکبر آپ کا۔

امام شافعی، پھر قیاس کے سوا اور کیا رہ گیا، اور اصل یہ ہے کہ صحت قیاس بھی قرآن و حدیث ہی پر موقوف ہے ۔

علامۂ ذہبی امام مالک کے مناقب میں لکھتے ہیں کہ "امام مالک کے مناقب اتنے ہیں کہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے اُتنے کسی دوسرے میں جمع نہیں ہیں" ۔

مجلس درس

قدیم تاریخوں میں اس کی جستجو تو بے فائدہ ہے کہ امام صاحب نے کس وقت

---

[1] ذہبی جلد اول صفحہ ۲۰۳ ۔ ۱۲ -

مسندِ درس پر قدم رکھا مگر ہم ایک جزئی واقعہ کی روشنی سے امام صاحب کی تاریخ تدریس کی تلاش کرتے ہیں۔ شعبہ المتوفی ۱۶۰ھ ہجری جو عمارت حدیث کے رکن اعظم ہیں فرماتے ہیں قدمت المدینۃ بعد موت نافع بسنۃ فاذا المالک حلقۃ[۱] (نافع کی وفات کے ایک سال بعد جب میں مدینہ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مالک کے گرد و پیش بھی ایک حلقہ ہے) لفظ اذا (کیا دیکھتا ہوں) جس ناگہانی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ یہ ہے کہ غالبًا یہ پہلا موقع ہے جب امام مالک مجلس تدریس میں رونق افروز ہوئے ہیں نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب اپنے استاد نافع کی وفات کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے ہیں اور حضرت نافع کا سال وفات ۱۱۷ھ ہجری ہے اس لحاظ سے امام صاحب نے جب تدریس حدیث کا تاج اپنے سر پر رکھا تھا تو دوسری صدی کا ستر ھواں سال تھا اور امام صاحب کی زندگی کی پچیسویں سالگرہ۔

امام صاحب کی مجلس درس بیش قیمت فروش سے سجی رہتی تھی دیبا اور قالین کا فرش رہتا تھا وسط میں شہ نشین ہوتی تھی جس پر امام صاحب رونق افروز ہوا کرتے تھے ہر جگہ قرینے سے پنکھے پڑے رہتے تھے صفائی کا یہ خیال تھا کہ ایک تنکا بھی بار خاطر ہوتا تھا امام صاحب کی ہر ادا سے وقار و شوکت ٹپکتی تھی اس لئے امام صاحب کے سامنے کسی کو بے موقع زبان ہلانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی مجلس پر ہمیشہ مقدسانہ سکوت کا عالم طاری رہتا تھا، خوشبو لکڑی جلتی رہتی تھی۔

امام صاحب کے چہرے سے متانت اور سنجیدگی ظاہر ہوتی تھی اسی کے ساتھ ایک عام ہیبت بھی حاضرین پر چھائی رہتی تھی، امارت کے آثار دولت خانہ کے در و دیوار سے ظاہر ہوتے تھے جو لوگ ہمیشہ اسلام کی غربت اور فقر کو مایۂ فخر سمجھتے ہیں

---

[۱] ذہبی جلد اول صفحہ ۱۸۸۔ ۱۲

اُن کو تصویر کے اس دوسرے رُخ پر بھی نظر ڈالنی چاہئے اور امام صاحب کی مجلس درس کی شاہانہ شوکت سے سبق حاصل کرنا چاہئے[۱]۔

امام صاحب جب تدریس کے لئے برآمد ہونا چاہتے تھے تو پہلے وضو کر کے ریش مبارک میں کنگھی کرتے تھے آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے عطر ملتے تھے عمدہ سے عمدہ پوشاک زیب بدن کرتے تھے اور اس شان سے امام صاحب علمی انجمن کی صدارت کے لئے نکلتے تھے[۲]۔

علمی زر و جواہر کے سائلوں کو جب امام صاحب کے درس کی خبر ہوئی تو ہر جگہ سے لوگ مدینہ پر ٹوٹ پڑے، مکہ، بصرہ، کوفہ، عراق شام نیشاپور، مصر، بغداد کے طلبہ کا تو پوچھنا ہی نہیں، حجاز سے سینکڑوں کوس دور افریقہ، دیار مغرب تونس، اندلس، بربر سے لوگ امام صاحب کی خدمت میں آنے لگے اور اس طرح جناب رسالت مآبؐ کی پیشینگوئی کی صحیح تعبیر ہوئی یوشك الناس ان یضربوا اکباد الابل فی طلب العلم فلا یجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ (عنقریب لوگ طلب علم کے شوق میں اپنی سواریاں چلائیں گے تو عالم مدینہ سے بڑھکر کسی عالم کو نہ پائیں گے)

عبدالرحمٰن بن واقد (ایک شخص) بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ جب میں امام صاحب کے درِ دولت پر حاضر ہوا تو رعب وداب اور ازدحام کے لحاظ سے بارگاہ سلطانی سے مجلس درس کی کم حیثیت نہ تھی امام شافعی فرماتے تھے ہم لوگ اس ڈر سے کتاب کے ورق نہیں الٹتے تھے کہ کہیں امام صاحب نہ کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنیں[۳]، حضرت

---

[۱] عام تاریخ ۱۲۔

[۲] بستان المحدثین صفحہ ۱۷ - ۱۲

[۳] توالی التاسیس صفحہ ۶۶ - ۱۲

سفیان ثوریؒ المتوفی ۱۶۱ھ ہجری جو دائرہ حدیث کے مرکز ہیں جن کا نام علم حدیث کے صفحہ پر چمکتا ہے ایک مرتبہ جب امام صاحب کی ملاقات کو تشریف لائے تو طلبا کے ہجوم اور مجلس کے وقار و شکوہ کو دیکھکر بے اختیار بول اُٹھے ؎

یدع الجواب فما یراجع ھیبۃً	والسائلون نواکس الاذقان
اگر جواب نہ دے تو پھر دُہرایا نہیں جاسکتا	اور پوچھنے والے خوف زدہ رہتے ہیں
ادب الوقار وعز سلطان التقی	فھو المھاب ولیس ذا سلطان
وقار اور تقوے کی شان و شوکت ہے	لوگ اس سے ڈرتے ہیں حالانکہ صاحب سلطنت نہیں ہے

کوتاہ بیں یہ نہ سمجھیں کہ امام صاحب کو اس تعظیم و جلالت کے پردہ میں اپنی جاہ پرستی مقصود تھی بلکہ آپ کا یہ تکلف اور اہتمام حدیث نبوی کی تعظیم کے لئے تھا اسی لئے درس دیتے وقت آپ اس طرح دوزانو مؤدب ہو کر بیٹھتے جیسے کوئی چھوٹا اپنے بزرگ کے سامنے بیٹھتا ہو، جس ہیئات سے بیٹھ جاتے پھر پہلو نہ بدلتے ابن مبارک فرماتے ہیں کہ امام صاحب ایک مرتبہ حدیث کا درس دے رہے تھے اور اتفاق سے ایک بچھو فرش کے نیچے تھا اس نے دس بار امام صاحب کو نیش مارا چہرہ کا ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا مگر نہ امام صاحب نے پہلو بدلا اور نہ سلسلۂ کلام منقطع فرمایا، یہ تھا استقلال اور حدیث نبوی کی تعظیم!،

درس کا اندازہ یہ تھا کہ امام صاحب کی بسیط تقریر اور مسائل کو حبیب نام ایک کاتب قلمبند کر لیتا تھا جب تمام طلبہ جمع ہو جاتے تھے تو کاتب ان نوشتوں کو پڑھنا شروع کرتا تھا، بیچ بیچ میں مجمل بیان یا حل طلب مضامین کی امام صاحب تشریح فرمایا کرتے تھے، اگر کاتب سے غلطی ہوتی تھی تو اُس کی تصحیح کرتے جاتے تھے۔

زمانۂ حال کی طرح علمائے سلف کا طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ استاد خود کھڑا ہو کر

مسئلہ کے متعلق گفتگو کیا کرتا تھا اور تمام طلبا غور سے سنتے تھے، آخر عمر میں خود طلباء میں سے ایک شخص پڑھتا تھا اور امام صاحب اُس کی تفسیر کرتے جاتے تھے +

بہ نتیجہ ہم نے اُس واقعہ سے اخذ کیا ہے کہ مسلم میں جہاں یحییٰ بن یحییٰ کی روایت امام صاحب سے ہوتی ہے تو یحییٰ اور لوگوں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ حدثنا مالك، مالک نے مجھ سے حدیث بیان کی، بلکہ قرأت علے مالك کہتے ہیں یعنے میں نے مالک کو پڑھکر سُنایا +

امام مالک نے جس سال وفات پائی ہے اس سال یحییٰ دربار امامت میں حاضر ہوئے ہیں +

امام صاحب اس شدت سے اس کے پابند تھے کہ کوئی شئے اسکی تبدیلی پر مجبور نہیں کر سکتی تھی، ایسے زمانے میں جب کہ ہارون رشید امام صاحب سے موطا حاصل کرنے کو آیا تو اُس نے خواہش ظاہر کی کہ آپ پڑھیں اور میں سنوں، امام صاحب نے فوراً انکار کر دیا، ہارون نے کہا کہ اور لوگوں کو اٹھا دیجئے تو میں پڑھوں، امام صاحب نے جواب دیا کہ شخصی نفع کے لئے عام افادہ کا خون نہیں کیا جا سکتا، ہارون چپ ہو گیا، آخر معن بن عیسیٰ کو اشارہ کیا جو ایک جید طالبعلم تھے اور آگے چلکر خود امام حدیث ہوئے، صحاح کے رواۃ میں سے ہیں +

معن بن عیسیٰ نے قرأت شروع کی، ہارون، امین، ماموں تینوں نے سماعت کی اور امام صاحب نے تشریح مطالب کی، اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی جاہ وجلال کا چراغ، علمی شان وشوکت کی قندیل کے سامنے نہیں جل سکتا اور نیز اس سے مسلمان خلفا کے شوق علم پر روشنی پڑتی ہے +

یہ موطا جس میں ہارون نے امام کے سامنے پڑھا تھا وہ نہر کا مدتوں مصر کے

خزانوں میں محفوظ رہا[۵۱]، جب مصر پر دولت فاطمیہ کا قبضہ ہوا تو اس قیامت خیز ہنگامہ نے جہان سلف کی اور سب یادگاریں مٹادیں، اس موطا کا بھی نشان باقی نہ رہا، اس شیعی دولت نے یہ حکم دیدیا تھا کہ اہل سنت کی کوئی مذہبی کتاب مصر میں باقی نہ رکھی جائے ایک مصری اہل سنت کو صرف اس وجہ سے سزا دی گئی کہ اُس کے گھر سے موطا برآمد ہوئی تھی[۵۲] ÷

وفات

امام صاحب آخر عمر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے لاٹھی ٹیک کر چلتے تھے جب بینائی میں بھی ضعف آگیا تو معن بن عیسٰی (جو فقہ مالکی کے رکن اعظم ہیں صحاح کے رواۃ میں بھی داخل ہیں) امام صاحب کا ہاتھ پکڑ کر مسجد نبوی اور مجلس درس میں لاتے تھے، اسی لئے معن بن عیسٰی کو عصائے مالک کا خطاب دیا گیا ہے، امام صاحب معن کو ان کی قابلیت اور فطرتی ذہانت کی وجہ سے بہت پیار کیا کرتے تھے ÷

امام صاحب اتوار کو بیمار پڑے اور تقریباً تین ہفتہ تک بیمار رہے. شدت مرض میں کوئی تخفیف نہیں ہوئی، بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی، لوگوں کو یقین ہوگیا کہ امام صاحب کا مقدس وجود اب دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہونے والا ہے، مدینہ کے تمام اُمرا اور علما امام صاحب کے آخری دیدار کے لئے جمع ہو گئے ÷

یحیٰی بن یحیٰی اندلسی جو اسی سال اندلس سے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے بیان کرتے ہیں کہ مجھے تو اپنی محرومی قسمت کا گلہ تھا ہی، وہ لوگ

---

[۵۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۱۵ - ۱۲

[۵۲] مجلہ جامع الازہر ۱۲

جو مدتوں امام صاحب کی ملازمت کا شرف حاصل کر چکے تھے وہ بھی باچشم نم چار و نظر بیٹھے تھے، جن لوگوں کو کہ امام صاحب سے تعلیمی تعلق تھا ان کو چھوڑ کر حدیث و فقہ کے ایک سو ساٹھ علما مؤدب بیٹھے تھے، سانس اکھڑ رہی تھی اور امام صاحب حاضرین کو وصیت کر رہے تھے پُر درد لہجہ میں خوف خدا اور فضیلت علم پر تقریر فرما رہے تھے کہ مرغ روح عناصر کی چہار دیواری سے پرواز کر گیا +

اب بھی اسی طرح جسدِ مبارک کے اِرد گرد علما و طلبہ حلقہ باندھے بیٹھے تھے جس طرح امام صاحب کی زندگی میں مجلس درس میں بیٹھتے تھے، ہاں! مگر فرق یہ تھا کہ صدر انجمن حیات جاوید کے بستر پر آرام کر رہا تھا +

سنہ ۹۳ ہجری میں امام صاحب پیدا ہوئے تھے اور گیارھویں ربیع اوّل سنہ ۱۷۹ ہجری میں انتقال فرمایا[1]، اس حساب سے کم و بیش چھیاسی برس کی آپ نے زندگی پائی +

جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں ایک مشہور مقام ہے یہ ان لوگوں کی بستی ہے جو دنیاوی زندگی کو خیرباد کہہ چکے ہیں، اسلام کے ارکان عظام اسی کے بستر خاک پر سوتے ہیں حضرت امام مالک بھی یہیں مدفون ہوئے اور آسمان علم کا یہ منوّر آفتاب ہمیشہ کے لئے سرزمین مدینہ میں غروب ہو گیا +

اہل مدینہ نے دل کھول کر رنج کیا عام علما کی مجلس میں ماتم کیا گیا سفیان بن عیینہ کو جب امام کی خبر مرگ پہنچی تو فرمایا کہ "افسوس مرنے والے نے اپنی کوئی مثال نہیں چھوڑی" شعرا نے موزوں لے میں اس واقعہ جانکاہ کا اظہار کیا، مرثیہ لکھا ایک شاعر جعفر نام نے بہت ہی پُر درد مرثیہ لکھا ہے اُسی گلدستہ کے

[1] سنہ وفات میں تو تمام مؤرخین متفق ہیں مگر تاریخ و ماہ وفات میں اختلاف ہے ہم نے ۱۱ ربیع الاول کو اسلئے ترجیح دی ہے کہ امام صاحب کے ایک شاگرد اجل کی زبانی یہ روایت ہے ۱۲

چند پھول یہ ہیں ؎

سقی جدثا ضم البقیع لمالك	من المزن مرعاد السحائب مبراق
وہ ابر رحمت جس میں برق اور رعد ہو مالک کے	اُس مرقد کو سیراب کرے جو بقیع کی آغوش میں ہے
له مسند عال صحیح وهیبة	فللكل منه حین یرویه اطراق
امام مالک کی ایک بلند رتبہ صحیح مسند ہے	اور ہیبت ہے کہ جب امام روایت کرتے ہیں تو سب گردن جھکا لیتے ہیں
امام موطاه الذی طبقت به	اقالیم فی الدنیا فساح وآفاق
کتابوں کی اُن کی وہ موطا امام ہے	جس کی صحت پر تمام دنیا کا اتفاق ہے

باختتام رسید امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

دیارِ حبیب صلعم کے قابلِ دید مناظر کے عکسی تصاویر

یہ فوٹو نہایت محنت سے تیار کرائے گئے ہیں۔ پہلے دس فوٹو تیار تھے اب اکیس فوٹو کا سٹ تیار ہے۔ قیمت فی عدد تین آنے اکیس فوٹو کا مکمل سٹ ۴ دس فوٹو عہ علاوہ محصول ڈاک +

(۱) روضہ شریف حضرت سرورِ کائنات صلعم کا رنگین فوٹو (۲) کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا فوٹو سیاہ ریشمی غلاف اور اس پر سنہری حروف جو فوٹو میں اچھی طرح پڑھے جاتے ہیں (۳) مدینہ منورہ کا نظارہ (۴) مکہ معظمہ میں نماز جمعہ کا دلکش نظارہ (۵) میدان عرفات میں لوگوں کے خیمے اور قاضی صاحب کا جبل رحمت پر خطبہ پڑھنا (۶) شیطان کو کنکر مارنے نظارہ یعنی رمی (۷) میدان منا میں حاجیوں کے کیمپ اور مسجد خیف کا سین (۸) جنت المعلےٰ واقعہ مکہ معظمہ جس میں حضرت خدیجہؓ حرم رسول کریم صلعم اور حضرت آمنہؓ والدہ حضرت سرورِ کائنات کے مزار کے فوٹو بھی ہیں (۹) جنت البقیع جس میں مزارات اہل بیت و امہات المومنین و بنات النبی حضرت عثمان غنیؓ و شہدائے بقیع وغیرہ (۱۰) کعبۃ اللہ کے گرد حاجی طواف کر رہے ہیں (۱۱) کوہ صفا و مروہ اور وہاں جو کلام مجید کی آیت کریمہ منقش ہے وہ فوٹو میں حرف بحرف پڑھی جاتی ہے (۱۲) روضہ شریف حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سادہ فوٹو (۱۳) مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ جہاں سے حاجی عمرہ باندھتے ہیں (۱۴) محمل شامی کا میدان عرفات میں قابل دید نظارہ (۱۵) محمل مصری کا شاندار سین (۱۶) پرانے مدینہ میں اسلام کی پہلی مسجد قبا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی اور کرائی (۱۷) سیدنا امیر حمزہ کا مزار جو جنگ احد میں شہید ہوئے (۱۸) بیت المقدس کی مسجد اقصےٰ (۱۹) حرم شریف بیت المقدس میں رحمت اور توبہ کے دروازے (۲۰) صخرہ یعنی وہ بہشتی پتھر جو مسجد اقصےٰ میں معلق تھا اس کا فوٹو اور اس کے اندر کا قابل دید نظارہ (۲۱) بیت المقدس میں مسجد سیدنا حضرت عمرؓ اور شہر کا عام دلچسپ سین +

یہ وہ نقلی تصویریں نہیں جو بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہوتے ہیں یہ اصلی فوٹو ہیں اس لئے آپ ان کو منگا کر اپنے مکانوں اور کمروں کو زینت بخشیں۔ روضہ شریف کا رنگین فوٹو قیمت ۶ سائز ہر ایک فوٹو ۱۴ ½ × ۱۱ ½ ۱۰ انچ ہے لیکن مکمل سٹ کے ساتھ یہ رنگین فوٹو اسی قیمت میں دیا جاتا ہے علیحدہ ۶ کو ملتا ہے +

[illegible] موجودات حضرت رسول [illegible] کی بے نظیر ولاجواب کتاب ہے [illegible] (۱۲) [illegible] خدا شناسی خدا رسی کا رہبر قیمت ۶ [illegible] قرآن [illegible] نہایت خوبصورت تعویذ زری ۴ شیشہ خورد بین شیشہ نہایت خوبصورت [illegible] دیکھئے جب دل چاہے تلاوت کریں قیمت عہ

[illegible] آبحیات پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات